Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پاکستانی ریڈیو براڈکاسٹرز کی آپ بیتیوں میں سیاسی شعور

The Political Consciousness In Pakistani Radio Broadcasters Autobiographies

صائمہ یوسف

پی ایچ۔ڈی اسکالر، ادارہ زبان و ادبیاتِ اُردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

Abstract:
In twentieth century, a revolution took place in the world since the beginning of radio broadcasting. It influenced not only the world of news, but the whole of life. Radio broadcasting in the sub-continent began in 1935. At that time british imperialism in sub-continent was facing political movements and uncertain circumstances. These circumstances became the subject of literature. Not only writers and poets, but the people belonging to every field of life wrote autobiographies, among them were radio broadcasters. Their autobiographies describes the history of radio broadcasting in the sub-continent alongwith their personal lives. These autobiographies are the mirror of political, social, economical and cultural conditions of that time. These autobiographies reveal the political awareness of broadcasters and the people of their times.

Keywords: *Aapbeeti, broadcasting, british imperialism, political movements, political awareness, Linguistic conflict. Partition of Hind.*

اپنی زندگی کی کہانی خود تحریر کرنے کو آپ بیتی کہا جاتا ہے۔ اس صنف کے کچھ فنی تقاضے بھی ہیں جن کا خیال اپنی سرگذشتِ حیات تحریر کرنے والے کو رکھنا چاہیے۔ یہاں اِن لوازم کا تذکرہ مقصود نہیں۔ مشہور قول ہے، کہ ”ہر شخص کو اپنی خود نوشت لکھ جانی چاہیے تاکہ دوسرے اس کے تجرباتِ حیات سے فائدہ اُٹھا سکیں“۔(1) چناں چہ ادبا و شعرا کے علاوہ ہر شعبۂ زندگی سے وابستہ افراد نے آپ بیتیاں تحریر کرنے کی جانب خاص توجہ کی۔ اِن میں ہمارے ریڈیو براڈکاسٹرز بھی شامل ہیں۔ گو کہ بیشتر ریڈیو براڈکاسٹرز خود بھی شاعر، ادیب اور ادب کا اعلیٰ ذوق رکھنے والے افراد تھے۔

ریڈیو براڈکاسٹنگ سے نہ صرف خبر کی دنیا میں بڑی تبدیلی آئی، بلکہ تمام دنیا میں اطلاعات و معلومات کی بروقت فراہمی سے ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ برصغیر میں ریڈیو براڈکاسٹنگ کا آغاز بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں ہوا۔ ریڈیو براڈکاسٹنگ محکوم ہندوستانیوں کی زندگی میں خوشگوار تبدیلیوں کا باعث بنی۔ بَروقت اطلاعات، بیرونی دنیا سے رابطے، معلومات کی فراہمی، فنونِ لطیفہ کے ذریعے تہذیب و ثقافت کا فروغ، عوام کی تفریحِ طبع کا سامان اور ادبی ذوق کی تسکین، غرض کئی ضرورتیں اور مقاصد ریڈیو براڈکاسٹنگ سے حاصل ہونے لگے۔

ویسے تو ہر زمانے اور ہر دَور میں زندگی کی ہر سطح پر تبدیلیاں رونما ہونے کا عمل جاری رہتا ہے کہ زندگی تغیّرِ پیہم کا نام ہے لیکن بیسویں صدی کے نصف اوّل میں ہی دو عالمی جنگوں کے باعث سیاسی و سماجی سطح پر تغیّر پذیری کا عمل تیز تر رہا۔ ہندوستان جو کہ انگریز استعمار کی سب سے بڑی نو آبادی تھا، اِس کا اِن حالات اور رونما ہونے والے تغیّرات سے اثر پذیر ہونا ناگزیر تھا۔ برصغیر میں ریڈیو براڈکاسٹنگ کے آغاز کے قریباً تین چار سال بعد ہی دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ انگریز استعمار نے ہندوستان کو بھی اس جنگ میں زبردستی جھونک دیا۔ اس صدی کے پہلے دو عشروں تک ہندوستانی، انگریزوں سے خود مختاری کا مطالبہ کرتے رہے، لیکن اب وہ خود مختاری کی بجائے آزادی کا مطالبہ کرنے لگے۔ ہندوؤں کی نمائندہ جماعت کانگریس نے ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مسلم لیگ سے زیادہ نشستیں حاصل کیں، جس کے بعد کانگریس کے مسلمانوں اور مسلم لیگ کے ساتھ معاندانہ طرزِ عمل نے مسلم راہنماؤں کو اُس نہج پر سوچنے، بلکہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا، جس کا تصوّر اقبال ۱۹۳۰ء میں پیش کر چکے تھے۔ اس عشرے کے اختتام پر مسلمانوں نے الگ وطن کا مطالبہ کر دیا۔ پانچویں عشرے میں ہندوستان بھر میں آزادی کی تحریکوں نے زور پکڑا۔ یہ تمام حالات اور واقعات اس وقت کے جدید مواصلاتی ذریعے ریڈیو براڈکاسٹنگ سے عوام تک پہنچ رہے تھے۔ ان سیاسی، سماجی و اقتصادی حالات کے اثرات شب و روز ہندوستانیوں کی زندگیوں پر مرتب ہو رہے تھے۔ ادب جو کہ زندگی کا ترجمان ہے، ان تمام حالات کو اپنے اندر سمو رہا تھا۔ دیگر اصنافِ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ادب کی طرح آپ بیتیوں میں بھی عصری سیاسی حالات کا ذکر ہوا ہے۔اس دور کی آپ بیتیوں کے مطالعے سے آپ بیتی نگاروں کے ذاتی سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ،اس عہد کے سیاسی حالات کا بھی پتا چلتا ہے۔

براڈ کاسٹنگ سے وابستہ کئی افراد نے آپ بیتیاں تحریر کیں۔ اِن میں زیڈ اے بخاری کی "سرگزشت (۱۹۶۶) عشرت رحمانی کی "عشرتِ فانی" (۱۹۸۵)حمید نسیم کی "ناممکن کی جستجو" (۱۹۸۹)اور یونس احمر کی "ماضی کے تعاقب میں" (۱۹۹۱)شامل ہیں۔مذکورہ براڈ کاسٹرز تقسیم ہند سے قبل آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ رہے تاہم تقسیم ہند اور ہجرت کے بعد ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوئے۔زیڈ اے بخاری کو تو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ ہندوستان میں ریڈیو براڈ کاسٹنگ کا آغاز کرنے والوں میں شامل تھے۔اُنھوں نے پہلے ہندوستان میں ریڈیو براڈ کاسٹنگ کے آغاز وارتقا اور تقسیم کے بعد پاکستان میں براڈ کاسٹنگ کے ارتقاء میں جو اہم کردار ادا کیا ہے اِس سے انکار ممکن نہیں۔بخاری صاحب کی ریڈیو میں گراں قدر خدمات کو سراہتے ہوئے نصر اللہ خاں اپنے مضمون "سرگزشت کی سرگزشت" میں اُنھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

> "بخاری جو پہلے آل انڈیا ریڈیو تھا، تقسیم کے بعد ریڈیو پاکستان ہو گیا۔اس کا قدو قامت دونوں ملکوں کے ٹرانسمیٹروں سے اُونچا تھا، یہ ٹرانسمیٹر تو اس کے ہاتھ کی چھڑی اور اس کا ٹیکا تھے۔بخاری ایک ہمیشہ زندہ رہنے والی آواز تھا، جو برقی لہروں میں ہمیشہ گونجتی رہے گی"۔(2)

ریڈیو کے اس اوّلین دور میں نوجوان ادیبوں، شاعروں، فن کاروں اور صاحب علم افراد، گویا ہر کسی پر اس کا جادو سا چل گیا تھا، جسے دیکھو، اِسی کی طرف لپکتا چلا آ رہا تھا۔اِنھی میں عشرت رحمانی بھی تھے جو معلّمی چھوڑ کر ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔انصار ناصری خود اپنے اور عشرت رحمانی کے ریڈیو میں شمولیت اختیار کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "۔۔۔غرض ریڈیو کے اس طلسمات کی پُر فریب رنگینیوں نے ہم دونوں پر اس حد تک اپنا افسوں پھونکا کہ پہلے عشرت رحمانی اپنی معلّمی اور نیرنگ رسالہ کو چھوڑ چھاڑ کر ہمیشہ کے لیے ریڈیائی نیرنگیوں میں داخل ہو گئے۔۔۔اور اس کے چند دن بعد میں بھی اپنی بدمزہ وکالت کا دفتر بند کر کے آل انڈیا ریڈیو کا پروڈیوسر بن گیا"۔(3)

عشرت رحمانی اور حمید نسیم کی آپ بیتیاں بھی آل انڈیا ریڈیو کے تذکرے کے ساتھ قیام پاکستان کے بعد دیگر شہروں میں نئے ریڈیو اسٹیشنز کے قیام اور ارتقا کے حوالے سے اہمیت کی حامل ہیں۔نظیر صدیقی کے بقول "حمید نسیم نے بخاری کی بزرگانہ افسری کے سائے میں اپنی دفتری زندگی بسر کی" ۔(4) دونوں کی سرگذشتِ حیات کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

> "زیڈ اے بخاری اور حمید نسیم اپنی ایک ایک تصنیف کی بدولت اُردو خود نوشت کی تاریخ اور اُردو نثر کی منصفانہ تنقید میں زندہ رہیں گے"۔(5)

اِن براڈ کاسٹرز کی آپ بیتیاں ریڈیو کی تاریخ کی اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں تاہم ہمیں مذکورہ آپ بیتی نگاروں کی آپ بیتیوں میں سیاسی عناصر کا جائزہ لینا ہے۔

ابھی پہلی عالمی جنگ ۱۹۱۴ء کو ختم ہوئے دو دہائیاں ہی گزری تھیں کہ ۱۹۳۹ء میں دنیا ایک بار پھر جنگ کی آفت میں مبتلا کر دی گئی۔ظاہر ہے یہ آفت قدرتی نہ تھی، بلکہ طاقتور ممالک کی رقابت، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور اپنی بالادستی قائم کرنے کے عزائم نے محاذ آرائی کی صورت اختیار کی، جس نے پھیلتے پھیلتے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ہندوستان، برطانوی حکومت کی سب سے بڑی نو آبادی تھا، جسے اِس پرائی آگ میں برطانوی استعمار نے جھونک دیا۔جنگ سے پیدا شدہ سیاسی و سماجی اثرات، اقتصادی، معاشی واخلاقی زبوں حالی اور انسانی المیوں کا تفصیلی تذکرہ آپ بیتیوں میں ملتا ہے جنگ میں ہندوستان کے مادی وسائل کا بے دریغ استعمال تو کیا جا رہا تھا، اس کے ساتھ برطانوی فوج کی افرادی قوت کی کمی کو بھی زیادہ سے زیادہ ہندوستانی نوجوانوں کی جنگ میں بھرتی سے پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔آپ بیتیوں میں نوجوانوں کی جبری بھرتیوں اور اہلِ خانہ کے اپنے عزیزوں سے جدائی کے دُکھ اور کرب کو بیان کیا گیا ہے۔

”ہندوستان کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں حکومت نے انتظامی سطح پر بھرتی شروع کر دی۔اس سلسلے میں مرضی اور اختیار کے علاوہ نوجوان ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور دوسرے فرقوں کے لوگوں کی طرح طرح سے لالچ یا جبر کے ذریعہ سے بھرتی جاری تھی۔ہندوستان کے بے شمار گھرانوں میں اس طرح جنگ کے لیے جانے پر صفِ ماتم بچھی رہی“۔(6)

جنگ میں ہندوستان کے وسائل کے بے دریغ استعمال سے ملک میں اقتصادی بحران پیدا ہوا۔کساد بازاری بڑھنے لگی۔بے کاری اور بے روزگاری نے گویا پنجے گاڑلیے ہوں۔پڑھے لکھے نوجوان روزگار کی تلاش میں مارے مارے پھرتے، نوکری نہ ملتی تو مایوس ہو کر حالات کے ستم رسیدہ بعض نوجوان نہ چاہتے ہوئے بھی فوج میں بھرتی ہونے پر مجبور ہو جاتے۔ذوالفقار بخاری نے اپنے مخصوص ہلکے پھلکے لہجے میں مختصراً حالات کی ستم ظریفی کا ذکر یوں کیا ہے:

”۔۔۔یارانِ محفل مجھ پر برس پڑے اور پوچھا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ برصغیر ہندوستان کے لوگ نہ تو برطانیہ کے تاج کے لیے لڑ رہے ہیں، نہ کلیسائی تہذیب کے لیے، پھر آخر جنگ میں شریک کس لیے ہوئے ہیں۔میں نے عرض کیا کہ پیٹ کے لیے“۔(7)

اقتصادی بحران نے معاشی ابتری کو جنم دیا، جس کے باعث ملک میں مہنگائی کا طوفان آگیا۔اشیاے ضروریہ کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔روز مرّہ ضرورت کی اشیا لوگوں کی دسترس سے دور ہو گئیں۔اس پر مستزاد یہ کہ ان اشیا کے حصول کے لیے قطاروں میں لگنا پڑتا۔غریبوں کے گھروں میں فاقے ہونے لگے۔عشرت رحمانی مہنگائی سے بڑھتی ہوئی، عوام کی مشکلات اور حکومت کی بے حسّی کو بیان کرتے ہیں:

”برطانیہ نے ہندوستان سے اپنے طور پر فوجی اور مالی ہر قسم کی اِمداد حاصل کی۔جس کے نتیجے میں ہندوستان کی اشیاے صَرف کے نرخوں میں کافی اضافہ ہو گیا۔غلّہ، گھی، تیل غرض ہر چیز بہت مہنگی ہو گئی۔۔۔اس زمانے میں اشیاے خورد، گھی، تیل، اناج اور شکر وغیرہ کے لیے راشن کا طریقہ ایجاد ہوا۔راشن ڈپوؤں پر لوگوں کی قطاریں صبح سے شام تک نظر آتی تھیں۔بہت سے لوگ دن بھر قطار میں بھوکے، پیاسے کھڑے رہنے کے باوجود، باری آنے پر مطلوبہ اشیا ختم ہو جانے کی وجہ سے محروم و مایوس گھروں کو واپس جاتے“۔(8)

زیڈ اے بخاری آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے پیشہ ورانہ تربیت کے لیے لندن گئے۔اِسی دوران دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہو گیا۔اُنھوں نے ”سرگزشت“ میں جنگ کے دوران برطانیہ کی صورتِ حال بیان کی ہے۔برطانوی قوم کے طرزِ عمل کو سراہا ہے۔کہ اِس قوم نے کس طرح جنگ کی حالت میں اپنی اجتماعی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے، حکومتِ برطانیہ کے ساتھ مکمل تعاون کیا۔حکومتِ برطانیہ نے جنگ کے دوران ہندوستان میں پبلسٹی کا محکمہ قائم کیا تھا جس کا مقصد ہندوستان کی رائے عامہ کو انگریز سرکار اور اس کے حلیفوں کے حق میں کرنا تھا۔لندن کی براڈکاسٹنگ انتظامیہ نے پبلسٹی کے محکمے کی کارکردگی جانچنے کے لیے بخاری کو ہندوستان بھیجا۔بخاری صاحب نے ہندوستان پہنچ کر صورتِ حال کو صداقت کے ساتھ انتہائی دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے:

”جنگ کے دوران مجھے ہندوستان بھیجا گیا اور ہدایت کی گئی کہ ملک میں گھوم پھر کر یہ اندازہ لگاؤں کہ پبلسٹی کا کام کس نہج پر چل رہا ہے۔مَیں لندن سے دہلی آیا تو اندازہ لگایا کہ معاملہ سرکار کی نظر میں تو درست ہے مگر عوام کی حالت یہ ہے کہ جہاں سرکار پِٹتی ہے، خوش ہوتے ہیں جرمنی کی نشریات کو سچا اور برطانیہ کی نشریات کو محض پراپیگنڈہ سمجھتے ہیں۔زجر و توبیخ کا یہ عالم ہے، ایک تانگے والے کو پکڑ کر قید کر دیا۔قصور اس مسخرے کا یہ تھا کہ اس نے اپنے مریل گھوڑے سے کہا! ہٹلر کی طرح چل، چرچل کی طرح کیوں چل رہا ہے“۔(9)

جنگ کے آلام کیا کم تھے کہ ۱۹۴۳ء میں بنگال پر قحط کی آفت بھی ٹوٹ پڑی۔قحط اگرچہ قدرتی آفت ہے لیکن بنگال میں پڑنے والے قحط کو تاریخی حقائق کی روشنی میں آپ بیتی نگاروں نے بھی بلائے ناگہانی کی بجائے انگریز استعمار کی بدانتظامی اور بے رحمی قرار دیا ہے۔آپ بیتی نگاروں کے مطابق جنگ میں فوج کی غذائی ضرورتوں کے پیشِ نظر حکومت نے گوداموں میں غلّہ ذخیرہ کر لیا۔مقامی آبادی کے پاس جمع شدہ اناج ختم ہو گیا تو فاقوں کی نوبت آگئی۔حمید نسیم نے ”ناممکن کی جستجو“ میں غذائی قلّت اور اس کے نتیجے میں بدترین قحط کی وجہ انگریز حکومت کا فوج کو ترسیلِ رسد کے لیے بنگال کی ساری ٹرانسپورٹ جس میں ریلیں،

ٹرک اور یہاں تک کہ کشتیاں بھی شامل تھیں، قبضہ میں لے لینا بتائی ہے۔ بنگال کے اکثر علاقوں میں اناج کی بہم رسانی صرف کشتیوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ کشتیاں قبضہ میں لے لینے کی وجہ سے بنگال کے شہروں اور دیہاتوں میں غلّہ ناپید ہو گیا اور "ایسا قحط پڑا کہ اس کی نظیر اس زمانے تک کی تاریخ میں نہ تھی"۔(10) یہ قحط لاکھوں انسانی جانوں کو نگل گیا۔ ہر طرف لاشیں اور مردہ ڈھانچے پڑے ملتے۔ نیم مردہ بچوں کی زندگی کے لیے ممتا کے ہاتھوں مجبور ماؤں کی بے بسی کو خرید اگیا۔ انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کی مجبوری اور تذلیل کے بھی عجب مناظر تھے۔ حمید نسیم قحط کے بے رحم ہاتھوں سے موت کی ارزانی اور تذلیلِ انسانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لاکھوں مرد، عورتیں، بچے بوڑھے، سڑکوں پر، کھیتوں میں، دریاؤں کے کنارے سسک سسک کر مر گئے۔ ماؤں نے اپنے بھوک سے مرتے بچوں کے لیے ایک لقمہ روٹی حاصل کرنے کی خاطر امریکی کالے، گورے سپاہیوں کے ہاتھ اپنے جسم بیچنا شروع کر دیے۔ پَر موت نہ ٹلی"۔(11)

انگریز حکمرانوں کی بدانتظامی، بے حسی اور بے رحمی نے وہ تاریخ رقم کی جس کی مثال اس سے قبل نہ ملتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ "قحطِ بنگال، انگریز سامراج کے تاریک دور کا تاریک ترین المیہ ہے"۔(12)

اِن آپ بیتی نگاروں نے تاریخ کو اپنی آنکھوں سے بنتے دیکھا ہے۔ انھیں تحریکِ آزادی کے زمانے میں مختلف سیاسی راہنماؤں سے ملاقات کا موقع بھی ملا اور اُن کی تقریریں بھی نشر کیں۔ آپ بیتیوں میں مسلمانوں کے خلاف ہندو عصبیت اور انگریزوں کی ہندو نوازی کا تذکرہ بھی ہوا ہے۔ زیڈ اے بخاری نے ہندوؤں کے کئی راہنماؤں کی تقریریں ریڈیو سے براڈ کاسٹ کیں، لیکن جب قائد اعظم کی تقریر نشر کرنے کا وقت آیا تو ہندو عصبیت ایک طرف، انگریز کو بھی ہندوؤں کی ناراضگی کا خوف لاحق ہو گیا۔ بہر حال ذوالفقار علی بخاری کسی کے دباؤ میں نہ آئے اور قائد اعظم کی تقریر پہلی دفعہ ۱۹۳۹ء میں ریڈیو سے براڈ کاسٹ کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔(13) ۱۹۴۶ء میں عبوری حکومت میں کانگریس کے ولبھ بھائی پٹیل نے اطلاعات و نشریات کی وزارت سنبھالی تو عشرتِ رحمانی کے بقول "محکمہ نشریات میں کھلم کھلا ہندو گردی کے مظاہرے ہونے لگے۔ نشریات میں اُردو زبان کی بجائے ہندی کے استعمال پر زور دیا جانے لگا اور تمام اسٹاف کے لیے ہندی سیکھنا لازمی قرار دے دیا گیا۔ مسلمان پیشہ ور فن کاروں کی بجائے، ہندو شوقیہ فن کاروں کو ترجیح دی جانے لگی۔(14)

۱۹۴۶ء میں انگریز استعمار کے عبوری حکومت کے سلسلے میں کانگریس سے گٹھ جوڑ اور مسلم لیگ کے ساتھ غیر منصفانہ طرزِ عمل نے مفاہمت کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں ایسے میں قائد اعظم جیسے آئین پسند رہنما کو بھی مسلم لیگ کو راست اقدام کا مشورہ دینا پڑا۔ چناں چہ ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ نے یومِ راست اقدام (Direct Action Day) منایا، یہ دن تمام ہندوستان میں ماسوائے کلکتہ کے امن و امان سے گزر گیا۔ کلکتہ میں اس دن جو قتلِ عام ہوا اِسے دیکھ کر انگریز حکومت بھی غور و فکر پر مجبور ہو گئی۔ بعد ازاں حکومت اپنے طرزِ عمل میں تبدیلی لائی۔ یونس احمر اس قتل و غارت گری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"۱۶ اگست کے یوم راست اقدام کی خونی نشانیاں کلکتہ کے در و دیوار میں پیوست نظر آئیں۔ ہمارے محلّے میں جو ہندو رہتے تھے وہ اپنے مکان چھوڑ کر محفوظ علاقے میں منتقل ہو چکے تھے۔ یہی حال ان مسلمان خاندانوں کا تھا، جو ہندو علاقے میں آباد تھے۔۔۔"۔(15)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل ہی ہندوستان میں فسادات کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ہندوستان میں بیسویں صدی کے اِن حالات و واقعات کا مشاہدہ کرنے والوں میں شاید ہی کوئی آپ بیتی نگار ہو، جس نے تحریکِ آزادی، تقسیمِ ہند، فسادات، ہجرت اور بچھڑنے کے دُکھ کا ذکر آپ بیتی میں نہ کیا ہو۔ اِبتلا کے اس زمانے کا ذکر کرتے ہوئے ہر آپ بیتی نگار کی تحریر دُکھ اور غم سے معمور ہو جاتی ہے۔ حمید نسیم کے ہاں بھی غم اور کرب پایا جاتا ہے، ساتھ ہی اُنھوں نے دُکھ کے اِن دنوں میں ریڈیو پاکستان کا اہم کردار بھی بیان کیا ہے:

"آزادی ملنے کی خوشی پر لاکھوں بے گھر لٹے پٹے لوگوں کی مسلسل آمد نے سایہ ڈال دیا تھا۔ اور چاروں طرف گہرے غم اور ماتم کی سی کیفیت تھی۔ ریڈیو کا سب سے اہم کام ان دنوں آنے والے شکستہ جاں، اپنے خاندانوں سے بچھڑے

ہوئے مہاجروں کے پیغام نشر کرنا تھا۔ اپنے آنے کی اطلاع یا اپنے بچھڑے ہوئے قرابت داروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے،لوگوں کے نام اور ایڈریس پڑھ کر سنانا تھا"۔(16)

تقسیمِ ہند کے وقت برصغیر کی ریاستوں کو اختیار دیا گیا تھا۔ کہ وہ ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کریں۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی کشمیر کی پاکستان کے ساتھ طویل سرحد تھی،اور پھر اَسی فی صد آبادی مسلمان تھی،جو پاکستان کے ساتھ الحاق کی خواہاں تھی۔اِس لیے کشمیر کا پاکستان سے الحاق فطری تھا،لیکن مہاراجہ ہری سنگھ کی درخواست پر، اکثریتی آبادی کے حق کو روندتے ہوئے، انگریز ایک دفعہ پھر ناانصافی کا مرتکب ہوا اور کشمیر کا الحاق بھارت سے کر دیا۔اِسی طرح حیدر آباد دکن میں بھی فوج کشی کر کے اُسے زبردستی بھارت میں شامل کیا گیا۔کلکتہ اور مرشد آباد کے عوام بھی اِستصوابِ رائے کے ذریعے پاکستان سے الحاق کے شدید متمنی تھے اور اُن کے تیقن کا یہ عالم تھا کہ "مرشد آباد میں ۱۴ اگست کو پاکستانی پرچم لہرا دیا گیا،لیکن کس کو معلوم تھا کہ پاکستانی پرچم کی جگہ ترنگا لے لے گا"۔(17) بھارت کی اس زبردستی اور دھونس جمانے کے روّیے سے ہندوستان کے مسلمان اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان تھے۔ یونس احمر "ماضی کے تعاقب میں" لکھتے ہیں:

"کشمیر کے بارے میں کلکتہ کے مسلمان نہرو کے اس موقف سے بے زار نظر آرہے تھے کہ کشمیر ہندوستان کا حِصّہ ہے۔ اُنھوں نے حیدر آباد (دکن) میں ہندوستان کی فوج کشی کو بھی نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھا۔اِن دو سانحوں کے بعد یہاں کے مسلمانوں کو یقین ہو چلا تھا کہ ہندوستان میں ان کا مستقبل تاریک سے تاریک تر ہوتا جا رہا ہے"۔(18)

پاکستان کے قیام کے ایک سال بعد ہی پاکستانیوں کو اپنے عظیم قائد کی اِس دارِفانی سے رحلت کا صدمہ سہنا پڑا۔ مسائل میں جکڑا ہوا پاکستان،وسائل کی کمیابی کے باعث نازک دور سے گزر رہا تھا۔ لیاقت علی خان کی قیادت نے رفتہ رفتہ مسائل پر قابو پاتے ہوئے ملک کو استحکام کی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کی، لیکن پاکستان کی بدنصیبی کہ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں راولپنڈی کے کمپنی باغ میں اُنھیں قتل کر دیا گیا اور اُن کے قاتل کو بھی گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا، تاکہ اصل مجرموں کا سراغ نہ مل سکے۔اس واقعے نے پاکستان کی سیاست پر گہرے اثرات مرتب کیے۔اس واقعے کے پیچھے اصل مجرم کون تھے؟ حمید نسیم نے اُن کے بارے میں تو کچھ نہیں بتایا البتہ کچھ ضمنی کرداروں کا ذکر کیا ہے:

"ایک کرائے کے قاتل نے انھیں قتل کر دیا۔ متعلقہ افسروں کو بعد میں ترقی دی گئی۔ نجف خاں جو موقع پر موجود تھے۔ڈی آئی جی پولیس بنا دیے گئے۔خان قربان علی خان کو گورنری کا منصب عطا کیا گیا۔ اور قاتل کو موقع پر ہلاک کر دیا گیا کہ قتل کی سازش کرنے والوں کا سراغ نہ لگایا جا سکے۔(19)

بھارت نے پاکستان کو گزند پہنچانے اور پچھاڑنے کا کبھی کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھی بھارت نے رات کی تاریکی میں پاکستانی سرحدوں میں اپنی فوجیں داخل کر دیں۔ بھارتی منصوبہ تھا کہ لاہور پر تین اطراف سے حملہ کیا جائے اور مغربی پاکستان کو دو حصّوں میں کاٹ دیا جائے۔(20) ۶۵ء کی جنگ میں عوام متحد ہو کر اپنی افواج کے ساتھ کھڑے تھے۔ ہر فرد جوش و جذبے اور یقین سے مالا مال تھا۔ اپنے ملک کی حفاظت کا عزم لے کر ہر پاکستانی اپنے اپنے محاذ پر ڈٹا ہوا تھا۔ جنگ کے اس عرصے میں ریڈیو پاکستان کی گراں قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ریڈیو پاکستان کی جوش و جذبے سے بھرپور نشریات پر آل انڈیا ریڈیو نے اعتراض کیا۔ دراصل یہ اعتراض ہی جنگ کے دنوں میں ریڈیو پاکستان کے کارکنوں کی محنت کا اعتراف تھا۔ حمید نسیم لکھتے ہیں:

"ریڈیو پاکستان کے لیے اس سے بڑے اعزاز کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ آل انڈیا ریڈیو نے دہائی دینا شروع کر دی کہ لوگو دیکھو! ریڈیو پاکستان کی نشریات کُھلا ثبوت ہیں کہ پاکستان اس جارحیت کے لیے برسوں سے تیاری کر رہا تھا۔ یہ دیکھو! ایسے تیار شدہ نغمے اتنی وافر تعداد میں کیا کوئی آرگنائزیشن آن کی آن میں پیش کر سکتی ہے؟ یہ آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے ریڈیو پاکستان کے کارکنوں کو سب سے بڑا خراجِ تحسین تھا"۔(21)

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

اس جنگ کو مسلط کرنے کا الزام دونوں ممالک ایک دوسرے کے سر دھرتے ہیں۔ بالکل اِسی طرح دونوں ممالک جنگ میں فتح کا سہرا بھی اپنے سر ہی سجاتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالے سے ہم بچپن سے خوش کن روایتیں سُن کر کامیابی پر فخر کرتے آئے ہیں لیکن حمید نسیم نے "ناممکن کی جستجو" میں اس کے برعکس حقیقت بیان کی ہے اور پھر ساتھ ہی افواجِ پاکستان کی بہادری اور جنگی مہارت کو بھی سراہا ہے۔ (22)

سترہ دن کے بعد دونوں ممالک نے اقوام متحدہ کے احکامات کے تحت جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ اور پھر دونوں ممالک کے مابین تاشقند (روس) میں مذاکرات پر اتفاق ہوا، لیکن اعلانِ تاشقند سے پاکستانی عوام بہت مایوس ہوئی۔ یہ بات مشہور ہو گئی کہ صدر ایوب جیتی ہوئی جنگ تاشقند میں ہار آئے۔

۱۹۶۵ء کے چھ سال بعد ۱۹۷۱ء میں پاکستان پر ایک دفعہ پھر جنگ کا عفریت قابض ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں ملک کے دونوں حصّے مشرقی و مغربی پاکستان الگ ہو گئے۔ دراصل نفاق کا یہ بیج پاکستان کے ابتدائی برسوں میں ہی ہندوستان نے قومی زبان کے مسئلے کے طور پر بو دیا تھا۔ مغربی بنگال (جو بھارت میں شامل ہے) کی طرف سے مشرقی بنگال (جو مشرقی پاکستان تھا) والوں کو یہ باور کروایا گیا "کہ اُن پر پاکستان کی زبان اُردو ٹھونسی جا رہی ہے"۔(23) گویا بنگال میں لسانی بنیادوں پر تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ ہمارے اربابِ اختیار کو رواداری، برداشت اور دُور اندیشی سے کام لے کر معاملے کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ اگرچہ بعد میں اُردو کے ساتھ بنگالی زبان کو بھی قومی زبان کا درجہ دیا گیا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی۔ اب دلوں اور ذہنوں میں محبت اور رواداری کی بجائے نفرت کا زہر سرایت کرنے لگا تھا۔ یونس احمر بنگال میں لسانی تنازع، اہلِ حکم کی بے بصیرتی اور بنگال کے عوام کے دلوں میں موجزن حق تلفی کے احساسات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "قیامِ پاکستان کے پانچ سال کے اندر اندر قومی سیاست میں یکے بعد دیگرے بے شمار مسائل کا سیلاب اُمنڈ تا نظر آیا۔ ان مسائل میں سب سے اہم اور نازک مسئلہ پاکستان کی قومی زبان کا تھا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے دُور اندیشی، ژرف نگاہی اور اعلیٰ بصیرت کی سخت ضرورت تھی، لیکن جذبات کا دھارا اتنا تُندو تیز اور شدید تھا اور ہماری سیاسی بصیرت اتنی کمزور تھی کہ نظریۂ پاکستان کی اساس میں پہلا شگاف یہیں پڑا۔ ۲۱ فروری ۱۹۵۲ء ہماری قومی، تہذیبی اور ادبی زندگی کا وہ المناک دِن ہے جب پاکستان کے دونوں بازوؤں کے درمیان نفرت کے سیاہ عفریت نے اپنا سر اٹھایا۔۔۔ اس دِن کے بعد سے بنگالی قومیت کا ایسا آتش فشاں دہکا، جس کے لاوے اُخوت، محبت اور رواداری حتیٰ کہ اسلامی روایات تک کو بھسم کر گئے"۔(24)

نفاق کا جو بیج بویا گیا تھا وہ محرومیوں، ناانصافیوں اور حق تلفیوں کے شدید احساس کے پانی سے پرورش پا کر وقت کے ساتھ ساتھ نفرت کا تناور درخت بن گیا۔ جس کا نہ سایہ ہوتا ہے اور نہ پھل جو آکسیجن کی بجائے کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتا ہے کہ سانس آنے کی بجائے گھٹنے لگے۔ لیکن اہلِ اقتدار نے ہوش کے ناخن نہ لیے۔ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں عوامی لیگ کی واضح برتری کے باوجود جب اُسے حکومت بنانے کا موقع نہ دیا گیا، تو بنگالیوں کے دلوں میں پکتے ہوئے نفرتوں کے لاوے بہہ نکلے اور پھر رستے میں جو آیا، جل کر راکھ ہو گیا۔ اس صورتِ حال سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے بھارت نے مداخلت کی اور اپنی فوج مشرقی پاکستان میں داخل کر دی۔ پاکستانی فوج کو مکتی باہنی اور ہندوستانی افواج کے ساتھ بنگالی عوام کی نفرت کا بھی سامنا تھا۔ آخر کار تازہ کمک نہ پہنچنے کی وجہ سے پاکستانی فوج کو ہتھیار ڈالنا پڑے اور ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ پاکستان کو دولخت کرنے میں بھارت کا کردار تو واضح ہے لیکن امریکہ کے منافقانہ کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حمید نسیم "ناممکن کی جستجو" میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "ملک ٹوٹ گیا۔ آدھا حصّہ کٹ کر بنگلہ دیش بن گیا۔ امریکہ کی سکیم اس طرح کامیاب ہوئی کہ وقتی طور پر اس کا فائدہ بھارت اور روس کو ہوا، امریکہ کو نہیں"۔(25)

۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھی ریڈیو پاکستان کی نشریات قابلِ قدر تھیں۔ کارکنوں نے ۶۵ء کی طرح دن رات محنت کی لیکن جنگ کے نتائج پر بات کرتے ہوئے حمید نسیم کے لہجے میں اب انبساط اور احساس تفاخر کی بجائے، دُکھ اور شکستگی نمایاں ہے۔

Vol. 7 No.3 2023

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

مغربی پاکستان میں اس سانحے کے دُکھ کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ اگرچہ سب آنکھیں پُر نم نہ تھیں لیکن دل سب کے خون کے آنسو رو رہے تھے۔

یونس احمر اس سانحے کو دشمن کی طویل منصوبہ سازی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہم نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو وہ دن دیکھ لیا۔ جس کے لیے دشمنانِ پاکستان برسوں سے زمین ہموار کر رہے تھے“۔(26)

ریڈیو براڈ کاسٹنگ سے وابستہ مذکورہ آپ بیتی نگاروں کی آپ بیتیوں کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو خود نوشت سوانح عمریوں میں بیسویں صدی کے سیاسی حالات کا اچھا خاصا مواد موجود ہے۔ آپ بیتی نگار کا تعلق کسی بھی شعبے سے ہو، اُس کا عہد، شعوری و غیر شعوری طور پر اُس کی تحریر میں جھلکتا ہے۔ اِن آپ بیتیوں میں آپ بیتی نگاروں کے ذاتی احوال و خصائص کے ساتھ ساتھ، بیسویں صدی کے ہندوستان کی چوتھی دہائی سے لے کر قیامِ پاکستان کے بعد اَسّی کی دہائی تک کا سیاسی منظر نامہ سامنے آگیا ہے۔ مذکورہ آپ بیتی نگاروں کا تعلق براڈ کاسٹنگ سے تھا، چناں چہ نشریات کے شعبے سے متعلق معلومات کے ساتھ ساتھ، اس سے وابستہ سیاسی واقعات کا تذکرہ بھی اِن آپ بیتیوں میں ملتا ہے۔ یہ آپ بیتیاں، نہ صرف آپ بیتی نگاروں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اُس عہد کے عوام کے سیاسی شعور کی عکاس بھی ہیں۔

Vol. 7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حوالہ جات وحواشی

[1]۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ "خود نوشت اور اُردو خود نوشت"۔ مشمولہ، فنون۔ لاہور: شمارہ۴۹۔ جنوری۔ مئی۱۹۹۷ء ص۲۸

۲۔ نصراللہ خان۔ "سرگزشتِ کی سرگزشت "مشمولہ، یاد یارِ مہربان (زیڈ اے بخاری کی یادیں اور باتیں) مرتبہ: ظفرالحسن، مرزا۔ کراچی: مکتبہ اسلوب۔ ۱۹۸۳ء۔ ص۷۷

۳۔ انصار ناصری۔ پیش لفظ: عشرتِ فانی۔ از: عشرت رحمانی۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۱۹۸۵ء۔ ص۱۱

۴۔ نظیر صدیقی، پروفیسر۔ ادبی جائزے۔ لاہور: الوقار پبلی کیشنز۔ ۱۹۹۷ء۔ ص۱۱۳

۵۔ ایضاً

۶۔ عشرت رحمانی۔ عشرتِ فانی۔ ص۱۸۰

۷۔ ذوالفقار علی بخاری، سیّد۔ سرگزشت۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن۔ ۲۰۱۶ء۔ ص۲۷۲

۸۔ عشرت رحمانی۔ عشرتِ فانی۔ ص۱۷۲۔۱۷۳

۹۔ ذوالفقار علی بخاری، سیّد۔ سرگزشت۔ ص۲۶۹

۱۰۔ حمید نسیم۔ نا ممکن کی جستجو۔ کراچی: فضلی سنز۔ ۱۹۸۹ء، ص۱۶۶

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ عشرت رحمانی۔ عشرتِ فانی۔ ص۲۲۵

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ یونس احمر۔ ماضی کے تعاقب میں۔ کراچی: فضلی سنز۔ ۱۹۹۱ء۔ ص۷۸

۱۶۔ حمید نسیم۔ نا ممکن کی جستجو۔ ص۲۴۶

۱۷۔ یونس احمر۔ ماضی کے تعاقب میں۔ ص۸۰۔۸۱

۱۸۔ ایضاً۔ ص۸۷

۱۹۔ حمید نسیم۔ نا ممکن کی جستجو۔ ص۳۰۶

۲۰۔ ذوالفقار احمد، قاضی۔ معرکۂ ستمبر ۶۵ء۔ لاہور: مقبول اکیڈمی۔ ۲۰۱۶ء۔ ص۱۰۳

۲۱۔ حمید نسیم۔ نا ممکن کی جستجو۔ ص۵۳۸۔۵۳۹

۲۲۔ ایضاً۔ ص۵۳۹

۲۳۔ مطیع الرحمٰن، ڈاکٹر۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی (بھارت اور بڑی طاقتوں کا کردار) مترجم: شمیم شاہ آبادی۔ لاہور: نظریۂ پاکستان ٹرسٹ۔ ۲۰۱۸ء۔ ص۲۳

۲۴۔ یونس احمر۔ ماضی کے تعاقب میں۔ ص۱۳۲

۲۵۔ حمید نسیم۔ نا ممکن کی جستجو۔ ص۵۸۲

۲۶۔ یونس احمر۔ ماضی کے تعاقب میں۔ ص۱۳۳

Vol. 7 No.3 2023

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

References

1. Farman Feth Puri, Dr. "Khud Navisht our urdu khudnavisht" – mashmoola, Fanoon-Lahore Shumara 49 – Jan-may 1997 P 28
2. Nasrullah Khan – "Sarguzasht ki Sarguzasht" Mashmoola, Yade Yare Mehrban (Z.A. Bukhari ki yadain aur batain) muratiba: zafar ul Hassan, mirza – Karachi: maktaba asloob 1983 P 77
3. Insar Nasri . Pash Lafz – Ishrat-e-Fani – by Ishrat Rehmani-Lahore: sang-e-meel publications – 1985, P 11
4. Nazir Siddiqui, professor – Adabi Jaizy – Lahore: Alwaqar publications 1997, P113
5. As Above
6. Ishrat Rehmani – Ishrat-e-Fani P180
7. Zulfiqrar Ali Bukhari, Syed-sarguzasht – Islamabad: National Book Foundation 2016 P272
8. Ishrat Rehmani – Ishrat-e-Fani P172-173
9. Zulfiqar Ali Bukhari, Syed-sarguzasht P269
10. Hameed Nasim - Na mumkin ki Justuju – Karachi: Fazali sons. 1989 P166
11. As Above
12. As Above
13. Ishrat Rehmani – Ishrat-e-Fani P225
14. As Above
15. Younus Ahamar – mazi ke Taaqub mein-karachi – Fazli sons. 1991 P78
16. Hameed Nasim – Namumkin ki Justuju P246
17. Younus Ahmar – mazi ke taaqub mein P80-81
18. As Above P87
19. Hameed Nasim – Namumkin ki Justuju P306
20. Zulfiqar Ahmad, Qazi – maarka-e-septamber 65 – Lahore: Maqbool academy 2016 P103
21. Hamid Nasim – Namumkin ki Justuju P538-539
22. As Above. P539
23. Mutee-ur-rehman, Dr. mashraqi Pakistan ki Alahdagi (Bharat aur Bari Taqatoon ka kirdar) Mutarjim: shamim shah abadi – Lahore: Nazria Pakistan Trust – 2018 P23
24. Younus Ahmar – Mazi ke Taaqub mein P132
25. Hameed Nasim. Na mumkin ki Justuju P582
26. Yunus Ahmar – Mazi ke Taaqub mein P133